تحقیق وتنقید

اندلس میں حدیث کا تعارف اور اولین محدث

جناب محمد احمد زبیری

دنیا کے ہر خطہ کے مسلمانوں نے ہر زمانے میں حدیث کی خدمت کی ہے، کیونکہ حدیث وہ ذریعہ اور وسیلہ ہے جو سنت تک رسائی کا سبب بنتا ہے۔ عالم اسلام کے مختلف خطوں میں ہر زمانے میں علماء نے حدیث کی خدمت سرانجام دینے میں ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ عالم اسلام کے جن خطوں نے حدیث اور دیگر اسلامی علوم وفنون کی خدمت کی اور اس میدان میں بے انتہا پیش رفت کی ان میں اسلامی اندلس نمایاں مقام رکھتا ہے۔ یہاں علوم قرآن، علوم حدیث وفقہ، فلسفہ وکلام، تصوف واحسان، تاریخ وسیرت نگاری، طبیعیات وکیمیا، طب وجراحت، طبقات الارض وفلاحت، غرض یہ کہ ہر میدان میں بیش قیمت کارنامے سرانجام پائے اور زندگی کے تقریباً سارے ہی شعبوں میں بھرپور ترقی ہوئی۔ اس طرح ہر علم وفن میں ایسے لوگ پیدا ہوئے جن کو علمی میدان میں ایک عظیم مقام حاصل ہوا۔ ان میں سرفہرست شاطبی، ابن عربی، ابن حزم، ابن جبیر، ابن بیطار، ابن طفیل، یحییٰ بن یحییٰ، بقی بن مخلد اور ابن عبدالبر ہیں۔

اندلس میں حدیث نبوی کا ورود مسعود تدوین حدیث کے زمانے ہی میں ہو گیا تھا اور اکثر کتابیں ان کے مؤلفین کی زندگیوں ہی میں یہاں پہنچ گئی تھیں۔ اندلس کی زرخیز زمین میں، علم وفضل کی سرپرستی نے اسے عروج پر پہنچا دیا۔ حدیث کے میدان میں اندلس کے محدثین نے جو خدمات سرانجام دیں انہیں کما حقہ اجاگر کرنے کی ضرورت ہے۔ اندلس کے سینکڑوں محدثین نے اپنی عمریں خدمت حدیث میں کھپا دیں۔

مشرق سے جو لوگ اندلس جا کر آباد ہوئے ان کی تعداد کا احاطہ کرنا ناممکن ہے۔ صحابہ کرامؓ میں سے کوئی صحابی اندلس گیا یا نہیں، کسی مؤرخ نے اس کا ذکر نہیں کیا، لیکن

صاحب نفح الطیب نے ایک صحابی منیذ ررضی اللہ عنہ کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ اندلس تشریف لائے تھے۔علامہ مقری ابن الآبار کے حوالے سے رقم طراز ہیں:

''ابن الأبار (۶۲۵ھ)۱ نے تکملہ میں لکھا ہے کہ اندلس آنے والوں میں منیذ ر بھی تھے جن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ صحابی رسولؐ تھے اور افریقہ آ بسے تھے''۔

عبد الملک بن حبیب (۲۳۸ھ) نے ابو محمد الرشاطی کے حوالے سے ان کی اندلس آمد کا ذکر کیا ہے، لیکن ان کے علاوہ کسی اور نے اس کا دعویٰ نہیں کیا ہے۔بعض حفاظ حدیث نے منیذ ر کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ منیذ ر یمانی ہیں اور حجاری (۵۴۹ھ)۲ نے بھی انہیں صحابۂ کرام میں شمار کیا ہے۔وہ موسیٰ بن نصیر کے ساتھ اندلس داخل ہوئے۔ابن بشکوال (۵۷۸ھ) نے لکھا ہے کہ وہ نوعمر صحابہ میں سے تھے۔ابن عبد البر نے اپنی کتاب الاستیعاب میں بھی انہیں صحابہ میں شمار کیا ہے اور انہیں منیذ ر افریقی لکھا ہے۔ابن بشکوال کہتے ہیں کہ ابن عبد البر نے ان سے ایک حدیث روایت کی ہے جو انھوں نے رسول کریم ﷺ سے سنی تھی۔ابو علی بن السکن نے اپنی کتاب 'الصحابۂ' میں ان کا تذکرہ کیا ہے اور ان کے بارے میں لکھا ہے کہ ان سے کئی ایک احادیث مروی ہیں۔ابن نافع نے 'معجم الصحابہ' میں اور امام بخاری (۲۵۶ھ) نے اپنی کتاب 'تاریخ کبیر' میں ان کا ذکر کیا ہے۔امام بخاری لکھتے ہیں کہ ابو المنیذ ر رسول اللہ ﷺ کے صحابی تھے اور افریقہ میں جا بسے تھے۔وہ رسول اللہ ﷺ سے یہ حدیث روایت کرتے ہیں۔

من قال رضیت باللہ ربا وبالاسلام دینا وبمحمد صلی اللہ علیہ وسلم نبیا فانا الزعیم لأخذن بیدہ فادخلہ الجنۃ۳	جس شخص نے کہا کہ میں اللہ کو اپنا رب مان کر راضی ہوا اور اسلام کو اپنا دین قرار دے کر اور محمد ﷺ کو اپنا نبی مان کر، تو اس شخص کے لیے میں ضامن ہوں۔اس کا ہاتھ پکڑ کر میں اس کو جنت میں لے جاؤں گا۔

تابعین میں سے جو اصحاب اندلس آئے، ان کی تفصیل بھی علامہ مقری نے نفح الطیب کے چھٹے باب میں لکھی ہے۔ان تابعین میں سے ایک موسیٰ بن نصیر ہیں۔

حنش الصنعانی بھی ان تابعین میں سے ہیں جو اندلس آئے۔ ابن بشکوال کی کتاب میں ابن وضاح کے حوالے سے درج ہے کہ ان کا لقب حنش، نام حسین بن عبداللہ اور کنیت ابوعلی تھی اور انہیں ''ابورشدین'' بھی کہا جاتا تھا۔ ابن بشکوال کہتے ہیں کہ ان کا تعلق شام کے علاقے صنعاء سے تھا۔ ابن یونس[۴] نے اپنی تاریخ 'تاریخ اعیان مصرو افریقیہ والاندلس' میں ان کے بارے میں لکھا ہے: ''یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہے اور انہوں نے رویفع بن ثابت (م ۱۰۰ھ) کے ساتھ مراکش کے غزوات میں حصہ لیا اور اندلس کی جنگی مہموں میں موسیٰ بن نصیر کے ساتھ شریک تھے۔ افریقہ کے ٹیکس اور دیگر واجبات وصول کرنے کی ڈیوٹی پر مامور رہے۔ انتہائی عبادت گزار اور زاہد تھے۔ رات کے وقت چراغ جلا کر نوافل میں قرآن مجید کی تلاوت کرتے اور ساتھ ہی ایک برتن میں پانی رکھ لیتے۔ جب ذرا نیند محسوس ہوتی چہرے پر چھینٹے مار لیتے۔ ۱۰۰ھ میں افریقہ ہی میں ان کا انتقال ہوا''۔[۵]

ابن عساکر نے بھی اپنی تاریخ میں ان کے تفصیلی حالات لکھے ہیں۔ اس میں ہے کہ یہ صنعاء (شام کے دیہات میں سے ایک گاؤں) کی طرف منسوب ہیں۔ اس سے یمن کا دارالحکومت صنعاء مراد نہیں ہے۔ ان کے علاوہ ابوعبداللہ علی بن رباح اللخمی (۱۱۲ھ) بھی اندلس آئے۔ ابن یونس اپنی تاریخ مصر میں ان کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ'' یہ عام یرموک (۱۵ھ) میں پیدا ہوئے۔ عبدالعزیز بن مروان کے ہاں خصوصی قدر و منزلت رکھتے تھے۔ ۱۱۲ھ میں افریقہ ہی میں ان کا انتقال ہوا''۔[۶]

ابوعبدالرحمٰن عبداللہ بن یزید المعافری الحبلی (۱۰۰ھ) بھی اندلس آئے۔ ابن بشکوال ان کے حالات میں لکھتے ہیں کہ یہ ابوایوب انصاریؓ اور عبداللہ بن عمروؓ سے روایت کرتے ہیں۔ امام بخاری نے اپنی تاریخ کبیر میں ان کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ اہل مصر میں سے تھے۔ ابن یونس اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ ان کا انتقال ۱۰۰ھ میں افریقہ میں ہوا۔ یہ بہت نیک اور صالح بزرگ تھے۔ اہل قرطبہ کے ہاں مشہور ہے کہ یہ قرطبہ میں فوت ہوئے اور وہیں دفن ہوئے۔ ان کی مرقد مرجع خلائق تھی۔ لوگ تبرک

کے لیے حاضری دیا کرتے تھے۔ ۷

حیان بن ابی جبلہ کے بارے میں ابن بشکوال نے لکھا ہے کہ یہ قریش کے آزاد کردہ غلام تھے۔ ابوالنصران کی کنیت تھی۔ ابوایوب محمد بن تمیم اپنی کتاب 'تاریخ افریقہ' میں لکھتے ہیں: کہ مجھ سے فرات بن محمد نے بیان کیا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اہل افریقہ کی دینی تعلیم وتربیت کے لیے دس تابعین کو بھیجا جن میں حیان بن ابی جبلہ بھی تھے۔ یہ عمرو بن العاص، عبداللہ بن عباس اور ابن عمر رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں۔ ان کا انتقال ۱۲۲ھ میں افریقہ میں ہوا۔

ابن الفرضی (م۴۰۳ھ) لکھتے ہیں کہ موسیٰ بن نصیر کے ساتھ یہ اندلس پر حملہ آور ہوئے اور قرقشونہ کے قلعے تک پہنچ گئے۔ یہیں ان کا انتقال ہوا۔ مغیرہ بن ابی بردہ بھی ان تابعین میں سے ہیں جن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ بھی اندلس آئے۔ یہ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں۔ امام مالک نے اپنی مؤطا میں ان سے احادیث روایت کی ہیں۔ امام بخاری نے بھی اپنی تاریخ میں ان کا ذکر کیا ہے۔

حیاۃ بن رجا التمیمی کے بارے میں ابن حبیب (م۲۳۸ھ) نے لکھا ہے کہ یہ موسیٰ بن نصیر کے ساتھ اندلس آئے۔ علامہ مقری ان کے متعلق لکھتے ہیں کہ میرے خیال میں یہ کہنا درست نہیں کہ حیاۃ بن رجا التمیمی اندلس آئے بلکہ یہ رجاء بن حیاۃ ہیں۔

عیاض بن عقبہ الفہری بھی ان تابعین میں سے ہیں جن کے بارے میں ابن حبیب نے لکھا ہے کہ وہ ان چار تابعین میں سے ہیں جنہوں نے اندلس کا محاصرہ کیا اور مالِ غنیمت میں کسی قسم کی خیانت نہیں کی۔

ان تابعین میں عبدالجبار بن ابی سلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف بھی ہیں جن کے دادا عشرۂ مبشرہ میں سے ہیں۔ ان میں مغیرہ بن ابی بردہ نشیط بن کنانہ بھی ہیں جو حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں۔ امام مالک نے اپنی مؤطا میں ان سے احادیث روایت کی ہیں۔ امام بخاری نے 'تاریخ' میں ان کا تذکرہ کیا ہے۔ موسیٰ بن نصیر انہیں مختلف فوجی مہموں پر روانہ کرتے تھے۔ ۸

ان تابعین میں عبداللہ بن شماسہ الفہری بھی ہیں۔ ابن بشکوال ان کے بارے میں لکھتے ہیں کہ یہ مصری تھے۔ امام بخاری نے بھی اپنی تاریخ میں ان کا ذکر کیا ہے۔ ۹

حمیدی (م ۴۸۸ھ) نے اپنی تالیف جذوۃ المقتبس میں پانچ ایسے تابعین کا ذکر کیا ہے جو اندلس آئے۔ ان میں محمد بن اوس بن ثابت انصاری، حنش بن عبداللہ الصنعانی، عبدالرحمٰن بن عبداللہ الغافقی اور موسیٰ بن نصیر شامل ہیں جب کہ انہوں نے زید بن قاصد السلکی مصری کا اضافہ کیا ہے۔ ۱۰

اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ دینی اور مذہبی رجحانات کی جو فصل فتح اندلس کے وقت موسیٰ بن نصیر، طارق بن زیاد، ان کے ساتھ مجاہدین اسلام، محدثین کرام اور فقہائے عظام نے لگائی تھی وہ بعد میں نمو پاتی رہی، یہاں تک کہ اسلامی اندلس کے آئندہ ادوار میں وہ لہلہانے لگی۔ ہمارے مؤرخین اور مصنفین کے ہاں اس نکتہ کو عام طور پر درخور اعتناء نہیں سمجھا جاتا، مگر یہ حقیقت ہے کہ یہ ان ہی کی مساعی جمیلہ اور خلوص نیت کا کرشمہ تھا کہ وہاں دین کا بہت چرچا رہا۔ دینی علوم کا حصول مسلمانان اندلس کی ثقافتی سرگرمیوں کا اہم ترین حصہ بنا رہا اور اس ماحول نے آگے چل کر دینی علوم کے تمام شعبوں کی آبیاری اور نشو و نما کے اسباب فراہم کیے۔ اگر صرف ابن الفرضی (م ۴۰۳ھ)، الحمیدی (م ۴۸۸ھ) اور ابن بشکوال (م ۵۷۸ھ) ہی کی کتابوں کو سامنے رکھا جائے تو اندلس کے ہزاروں مفسرین، محدثین، فقہاء اور قضاۃ کی فہرست بآسانی مرتب کی جا سکتی ہے۔

اندلس میں سب سے پہلے حدیثِ نبوی کو متعارف کروانے کی سعادت کسے حاصل ہوئی؟ اس ذیل میں اندلس کے مشہور تاریخ نویس ابن الفرضی لکھتے ہیں کہ وہ صعصعۃ بن سلام شامی (م ۱۹۲ھ) ہیں۔ ابن الفرضی لکھتے ہیں:

یکنی ابا عبد اللہ، یروی عن الاوزاعی وعن سعید بن عبدالعزیز ونظر آئھما من الشامیین. و کانت الفتیا دائـــــرۃ علیہ بالاندلس	ان کی کنیت ابو عبد اللہ ہے اور یہ امام اوزاعی، سعید بن عبدالعزیز اور دیگر شامی علماء سے روایت کرتے ہیں۔ عبدالرحمٰن بن معاویہ کے دور حکومت اور ہشام بن

أيام الامير عبد الرحمن بن معاوية وصدراً من ايام هشام بن عبدالرحمن وولي الصلاة بقرطبة وفي ايامه غرست الشجر في المسجد الجامع وهو مذهب الاوزاعي والشاميين ويكرهه مالك واصحابه.

عبدالرحمٰن کی حکومت کے ابتدائی دنوں میں مفتی اندلس کے منصب پر فائز تھے اور جامع قرطبہ کے امام تھے۔ ان کی امامت کے زمانے میں جامع قرطبہ میں شجرکاری کی گئی جو کہ امام اوزاعی کے مسلک میں جائز ہے۔ جب کہ امام مالک اوران کے اصحاب اس کو مکروہ قرار دیتے ہیں۔

اسپین کی اسکالر ازابیلا فائرو، جنہوں نے اندلس میں حدیث اور محدثین کے حوالے سے کافی کام کیا ہے، وہ صعصعۃ بن سلام کے بارے میں لکھتی ہیں:

"In the case of Sa'sa'a b Salam, it is the Egyptian traditionist Ibn Yunus (d.347/958) that names him as the first who introduced hadith into al-Andalus, without any mention as to where he took this information from or whether his source was Andalusian or Oriental".11

جہاں تک صعصعۃ بن سلام کا معاملہ ہے، مصری راوی ابن یونس انہیں اندلس میں اولین محدث کے طور پر ذکر کرتے ہیں، لیکن وہ یہ نہیں بتاتے کہ ان کی معلومات کا ذریعہ اندلسی ہے یا مشرقی۔

اولین محدث کے ذیل میں دوسرا نام معاویہ بن صالح (م۱۵۸ھ) کا آتا ہے۔ معاویہ بن صالح بھی حمص (شام) کے رہنے والے تھے۔ اُن کی کنیت ابوعمرو یا ابوعبدالرحمٰن بیان کی جاتی ہے۔ معاویہ بن صالح کا معاملہ صعصعۃ بن سلام سے کافی مختلف ہے۔ یہ مشہور

محدث اور جلیل القدر محدثین کے شیخ تھے۔ ان کی روایات صحاح ستہ میں بخاری کے علاوہ دیگر کتب حدیث میں مذکور ہیں اور یہ امام مسلم کی شرائط پر پورا اترتے ہیں۔

معاویہ بن صالح عبدالرحمٰن بن معاویہ سے پہلے اندلس آئے اور اشبیلیہ میں قیام کیا۔ عبدالرحمٰن بن معاویہ نے انہیں شام بھیجا تاکہ اُس کی بہن ام اصبغ کو اندلس لے آئیں۔ ام اصبغ نے اندلس آنے سے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ میں بڑھاپے کی وجہ سے اتنا طویل سفر نہیں کر سکتی، اب میری موت کا وقت قریب ہے۔ اس سفر سے واپسی کے بعد عبدالرحمٰن بن معاویہ نے انہیں قاضی بنا دیا۔[۱۲]

معاویہ بن صالح، اسحاق بن عبداللہ، یحییٰ بن سعید انصاری، عبدالرحمٰن بن جبیر بن نفیر، مکحول شامی، ابن راہویہ، راشد بن سعد، عبداللہ بن ابی قیس، العلاء بن حارث، ربیعہ بن یزید، حبیب بن عبید سے روایت کرتے ہیں۔ ان سے روایت کرنے والوں میں ثوری، لیث بن سعد، ابن وہب، معن بن عیسیٰ، زید بن حباب، عبدالرحمٰن بن مہدی، حماد بن خالد الخیاط، بشر بن العمری، اسد بن موسیٰ اور لیث کے کاتب ابو صالح قابلِ ذکر ہیں۔[۱۳]

ابو طالب، احمد کے واسطے سے روایت کرتے ہیں کہ معاویہ بن صالح بہت پہلے حمص کو چھوڑ کر چلے گئے اور یہ ثقہ ہیں۔ جعفر طیالسی ابن معین کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ معاویہ ثقہ ہیں۔ ابن ابی خثیمہ اور الدوری دونوں اپنی تاریخ میں ابن معین کے واسطے سے بیان کرتے ہیں کہ یحییٰ بن سعید کے معیار نقد پر معاویہ پورے نہیں اترتے۔[۱۴]

لیث بن عبدہ روایت کرتے ہیں کہ یحییٰ بن معین کہتے ہیں: ابن مہدی جب معاویہ بن صالح کی روایات بیان کرتے تو یحییٰ بن سعید انہیں قبول نہ کرتے اور کہتے یہ کیسی احادیث ہیں؟[۱۵]

علی بن المدینی یحییٰ بن سعید کے واسطے سے بیان کرتے ہیں کہ ہم ان کی روایات کو قبول نہیں کیا کرتے تھے۔ [۱۶]

عبدالرحمٰن بن مہدی انہیں ثقہ قرار دیتے ہیں۔

ابو صالح الفراء ابو اسحاق الفز اری سے روایت کرتے ہیں کہ وہ اس پایے کے راوی نہیں کہ ان سے احادیث روایت کی جائیں۔ ۱۷

عجلی اور امام نسائی انہیں ثقہ قرار دیتے ہیں۔ ابو زرعہ کہتے ہیں کہ وہ ثقہ محدث ہیں۔ ابن سعد کہتے ہیں کہ یہ اندلس میں قاضی تھے اور ثقہ اور کثیر الروایت تھے۔ ۱۸

محمد بن عبد الملک بن ایمن کہتے ہیں کہ عراق میں میں نے دیکھا کہ معاویہ بن صالح کی روایات کو بڑی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔

محمد بن عبد الملک بن ایمن اندلس کے رہنے والے تھے۔ طلب حدیث کے لیے انہوں نے بلاد مشرق خصوصاً عراق کا سفر کیا۔ ان کا علمی سفر ۲۱۸ھ سے ۲۳۰ھ پر محیط ہے۔ پھر جب انہیں معاویہ بن صالح کی قدر و منزلت کا اندازہ ہوا تو اندلس جا کر ان کی کتابوں کی تلاش شروع کی، لیکن انہیں مایوس ہونا پڑا۔ جس کا سبب انہوں نے اپنے ہم مکتب یحییٰ بن معین سے بیان کیا تھا۔

الخشنی لکھتے ہیں:

''ابن ایمن کہتے ہیں: جب میں اندلس واپس آیا اور معاویہ بن صالح کی کتابوں کی تلاش شروع کی تو میرے ہاتھ مایوسی کے علاوہ کچھ نہ آیا، کیونکہ یہ علمی ذخیرہ اہل اندلس کی کم ہمتی کی وجہ سے ضائع ہو چکا تھا''۔ ۱۹

الخشنی، قضاۃ قرطبہ میں لکھتے ہیں: ''جب امیر عبد الرحمٰن نے معاویہ بن صالح کو شام بھیجا تو اس سفر کے دوران انہوں نے حج بھی کیا۔ معاویہ بن صالح نے مسجد حرام میں بہت سے شیوخ کے حلقے دیکھے جن میں وہ حدیث کی درس و تدریس میں مشغول تھے۔ ان شیوخ میں عبد الرحمٰن بن مہدی، یحییٰ بن سعید القطان اور ان کے پایے کے دیگر محدثین موجود تھے۔ معاویہ بن صالح نے دو رکعت نماز ادا کی، اس کے بعد ایک حلقے میں جا کر بیٹھ گئے۔ انھوں نے بعض احادیث ابو زہرہ کے واسطے سے **حدیر بن کریب عن جبیر بن نفیر، عن ابی الدرداء عن رسول اللہ** کی سند سے بیان کیں۔ جب وہاں موجود لوگوں نے یہ احادیث سنیں تو کہا: اے شیخ! جھوٹ نہ بولو اور اللہ سے ڈرو، کیونکہ روئے زمین

پر اس سند سے احادیث بیان کرنے والا صرف ایک شخص ہے، جو اندلس میں مقیم ہے اور اسے معاویہ بن صالح کہا جاتا ہے۔ معاویہ بن صالح نے جواب دیا: وہ میں ہی ہوں۔ یہ سنتے ہی تمام حلقوں میں موجود لوگ ان کے گرد جمع ہو گئے اور انھوں نے ان سے احادیث لکھنی شروع کر دیں۔

شاید اسی وجہ سے محمد بن وضاح کہتے ہیں:

''مجھ سے یحییٰ بن یحییٰ نے بیان کیا کہ اندلس میں جس شخص نے سب سے پہلے حدیث کو متعارف کروایا وہ معاویہ بن صالح حمصی ہیں''۔ [۲۰]

ان کی وفات کے بارے میں ابو سعید بن یونس لکھتے ہیں:

''معاویہ مصر آئے پھر اندلس چلے گئے۔ جب عبدالرحمٰن بن معاویہ بن ہشام اندلس آیا اور اس ملک پر قابض ہو گیا تو اس نے معاویہ سے رابطہ کیا اور انہیں شام بھیجا، پھر اندلس میں انہیں قضا کا منصب دیا''۔

مذکورہ بالا محدثین مشرق سے اپنے دامن کو علم حدیث سے بھرے ہوئے اندلس پہنچے اور اس کی علمی سیرابی کا سبب بنے۔ اہل اندلس میں سے سب سے پہلے جو محدث بلادِ مشرق گئے اور علوم اسلامیہ اور علم حدیث سے آراستہ ہو کر واپس آئے وہ غازی بن قیس (م ۱۹۹ھ) تھے۔ وہ قرطبہ کے رہنے والے تھے۔ ان کی کنیت ابو محمد تھی۔ انھوں نے امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ کے زمانے میں اندلس سے مشرق کا سفر کیا۔ وہاں براہِ راست امام مالک بن انس (۱۷۹ھ) سے الموطا سنی۔ ان کے علاوہ محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی ذئب، عبدالملک بن جریج اور امام اوزاعی سے حدیث حاصل کی۔ قرآن کریم کی تعلیم اہل مدینہ کے قاری نافع بن ابی نعیم سے حاصل کی، پھر اندلس آ کر قرآن و حدیث کی تعلیم عام کی۔ یہ امام مالک سے اُس زمانے میں ملے جب وہ الموطا کی تالیف میں مشغول تھے۔ انہیں الموطا زبانی یاد تھی۔ علم و حکمت کے موتیوں سے دامن بھر کے وہ اندلس آئے اور قرآن و حدیث کی درس و تدریس میں مشغول ہو گئے۔ ایک دن ایک شخص نے ان کا حافظہ جانچنے کے لیے الموطا کی احادیث ترتیب بدل کر پڑھنی شروع

کیں۔ غازی بن قیس نے اُس شخص کو روکا اور کہا: ''ایسا نہ کرو، تم لوگوں کے سامنے وہ بات ظاہر کرنا چاہتے ہو جو میں چھپانا چاہتا ہوں، یعنی میں نہیں چاہتا کہ لوگوں کو پتا چلے کہ مجھے الموطا زبانی یاد ہے''۔ ۲۱

وہ انتہا درجے کے متقی پرہیز گار اور عبادت گزار تھے۔ ان کے حوالے سے ابن الفرضی لکھتے ہیں:

''اللہ کی قسم جب سے میں بالغ ہوا ہوں میں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا اور اگر حضرت عمر بن عبدالعزیز یہ بیان نہ کرتے تو میں بھی بیان نہ کرتا اور انہوں نے نہ فخر کے لیے یہ بیان کیا اور نہ ریاکاری کے لیے، بلکہ اس لیے بیان کیا تا کہ ان کی پیروی کی جائے''۔ ۲۲

احمد بن عبدالبر (۴۶۳ھ) کہتے ہیں:

''غازی بن قیس دانش مند، نکتہ رس اور کثرت سے احادیث بیان کرنے والے تھے، مسائل کا گہرا ادراک رکھتے تھے، علم قرآن کے امام تھے، رات کو تہجد میں قرآنِ مجید کی تلاوت کیا کرتے تھے اور رات بھر کثرت سے نوافل پڑھتے تھے''۔ ۲۳

غازی بن قیس نے اہل اندلس کو سب سے پہلے موطا سے متعارف کروایا اور نافع کی قراءت کی ترویج بھی انہوں نے کی۔ ۲۴

ان کے زہد اور تقویٰ کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ انہیں قاضی بننے کی پیش کش کی گئی، لیکن انہوں نے انکار کر دیا۔ ۲۵

حواشی مراجع

(۱) ابن الابار، ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ ابی بکر القضاعی (۵۹۴-۶۳۵ھ) اندلس کا سب سے بڑا تذکرہ نگار ہے۔ ابن ابار نے ابن بشکوال کی کتاب الصلۃ کا ذیل 'التکملة لکتاب الصلة' لکھا ہے۔ اس کی دوسری اہم تالیف 'الحلة السیراء' ہے جو امراء، خلفاء اور وزراء کا تذکرہ ہے۔ تراجم پر مشتمل اس کی ایک اور تالیف 'المعجم فی

اصحاب علی الصدفی ہے۔ اس کی تالیفات کی تعداد پینتالیس کے لگ بھگ ہے۔ (عمر رضا کحالہ، معجم المؤلفین، ۱۰/۲۰۴)

(۲) حجاری، ابو محمد عبداللہ بن ابراہیم (۴۹۹-۵۴۹ھ) وادی الحجارہ میں پیدا ہوا۔ الحجاری نے امراء کی شان میں مدحیہ قصائد لکھے۔ اس نے تاریخ میں چھ جلدوں پر مشتمل '**المسهب فی غرائب المغرب**'، لکھی جس میں ۵۲۹ھ/ ۱۱۳۵ء تک کے علماء کے حالات زندگی مع نمونۂ کلام، تاریخی اور جغرافیائی معلومات مرتب کیں۔ ابوسعید نے اسی کتاب کو آخری شکل دے کر '**المغرب فی حلی المغرب**' کا نام دیا۔ المقری نے **نفح الطیب** کی تالیف میں اس کتاب سے بھرپور استفادہ کیا ہے۔ (عمر رضا کحالہ، **معجم المؤلفین**، ۶/۲۰۴)

(۳) جامع الترمذی، کتاب الدعوات، ۵/۵۲۰؛ مجمع الزوائد، کتاب الاذکار، ۱۰/۱۵۶؛ مسند احمد ۴/ ۲۲۷، طبرانی نے اسے **معجم کبیر** میں روایت کیا ہے۔ اسے ابوداؤد، نسائی اور حاکم نے بھی نقل کیا ہے۔ ہیثمی کے مطابق حدیث کے راوی ثقہ ہیں۔

(۴) ابوالحسن علی بن عبدالرحمٰن بن احمد بن یونس بن عبدالاعلی الصدفی المصری ماہر فلکیات اور مورخ تھے۔ دیگر کئی علوم پر دسترس رکھتے تھے۔ ان کی مشہور تالیفات '**زیج**'، '**غایة الانتفاع فی معرفة الدوائر والسمت قبل الارتفاع**'، '**تاریخ اعیان مصر**' اور '**العقود والسعود فی أوصاف العود**' ہیں۔ (عمر رضا کحالہ، **معجم المولفین** ۷/ ۱۱۷، ۱۱۸)

(۵) المقری، **نفح الطیب**، ۱/۳، دار صادر، بیروت، ۱۹۶۸ء

(۶) ایضاً، ابن الفرضی، **تاریخ علماء الاندلس**، ۱/۲۱۲، مطابع سجل العرب، القاہرہ، ۱۹۶۶ء

(۷) المقری، **نفح الطیب**، ۱/ ۵

(۸) ایضاً

(۹) الحمیدی، **جذوة المقتبس**، ۱/ ۳۵، الدار المصریہ للتالیف والترجمہ، ۱۹۶۶ء

(۱۰) المقری، **نفح الطیب**، ۱/۳

(11) Isabel Fierro, The Introduction of Hadith in

al-Andalus, Der Islam, Band 66, Berlin, 1989, p.71

(۱۲) الخشنی، قضاۃ قرطبہ،ص۱۵،الدارالمصریۃ للتالیف والترجمہ،۱۹۶۶ء

(۱۳) ابن حجر،تہذیب التہذیب،۲۱۰/۱۰

(۱۴) ایضاً،کان یحییٰ بن سعید لایرضاہ

(۱۵) ایضاً،کان ابن مهدی إذا تحدث بحدیث معاویه بن صالح زبره یحییٰ بن سعید وقال ایش هذه الاحادیث.

(۱۶) ابن حجر،تہذیب التہذیب،۲۱۰/۱۰......قال علی بن المدینی عن یحییٰ بن سعید ماکنا ناخذ عنه۔

(۱۷) ایضاً،ماکان باهل ان یروی عنه

(۱۸) الخشنی،قضاۃ قرطبہ،۱۶......کان ثقة کثیر الحدیث

(۱۹) ایضاً،قال ابن ایمن فلما انصرفت إلی الاندلس طلبت امهاته، کتبه فوجدتها قدضاعت بسقوط همم أهلها.

(۲۰) ایضاً،حدثنی یحییٰ بن یحییٰ قال اول من دخل الاندلس بالحدیث معاوية بن صالح الحمصی .

(۲۱) قاضی عیاض،ترتیب المدارک وتقریب المسالک،۱۱۴/۳

(۲۲) ابن الفرضی،تاریخ العلماءوالرواۃ،۳۴۵/۱......والله ما كذبت كذبة منذ اغتسلت، ولو لا أن عمر بن عبد العزيز قاله ماقلته وما قاله عمر فخراً ولا رياء ولا قاله إلا ليقتدى به .

(۲۳) قاضی عیاض،ترتیب المدارک،۱۱۵/۳......کان عاملا نبیلا یروی حدیثاً کثیراً، ویتفقه فی المسائل، رأسأفی علم القرآن، متهجداً بالقرآن، کثیر الصلاة باللیل.

(۲۴) ابن الفرضی،تاریخ العلماءوالرواۃ،۳۴۵/۱......"وهو اول من ادخل موطا مالک وقراء ة نافع الاندلس"

(۲۵) ایضاً